1963_2_433_439

بلیشور رائے اور دیگران

بنام

ریاست بہار

26اپریل1962

کے-سی-داس گپتا، جے-آر-مدھولکر اور ٹی-ایل-وینکٹارام ایئر، جسٹسز-

فوجداری طریقہ کار-تفتیشی افسر کو دیا گیا بیان-اگر اور جب ثبوت میں ثابت ہونے سے روکا جائے-''تحقیقات کی مدت'' اور ''تحقیقات کا کورس''-اگر، مترادف-ضابطہ فوجداری (ایکٹ V آف1898)،دفعہ162-

ضابطہ فوجداری کی دفعہ 162 تحقیقات کے دوران ایک تفتیشی افسر کو دیے گئے بیان کا صرف ثبوت پیش کرتی ہے-اس میں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ تحقیقات کی مدت کے دوران دیے گئے ہر بیان کو ثبوت میں ثابت ہونے سے روکا گیا ہے-دفعہ 162 کے دائرہ کار میں آنے کے لیے بیان نہ صرف تحقیقات کی مدت کے دوران بلکہ تحقیقات کے دوران بھی دیا جانا چاہیے-دو چیزیں، "تحقیقات کی مدت"اور"تحقیقات کا کورس" مترادف نہیں ہیں-دفعہ 162 کا مقصد کسی جرم کی تفتیش کے دوران پولیس افسر کے ذریعے درج کیے گئے بیانات ہیں-یہ ابتدائی الفاظ دفعہ162 سے واضح ہے-وہ صرف تفتیش کے دوران پولیس افسر کو دیے گئے بیان کے بارے میں بات کرتے ہیں-اس کا مطلب یہ ہے کہ جس بیان کو شواہد سے خارج کرنے کی کوشش کی گئی ہے وہ تفتیشی دفتر کی طرف سے کی جانے والی انکوائری سے منسوب ہونا چاہیے نہ کہ وہ جو انکوائری کو روکتا ہے-

فوجداری اپیلٹ کا دائرہ اختیار:1961 کی فوجداری اپیل نمبر176 سے178

پٹنہ ہائی کورٹ کے 10 اگست 1961 کے فیصلے اور حکم سے خصوصی اجازت کے ذریعے اپیلCr.A.No.152 آف 1961اورDeath Reference no. 3 آف1961

اپیل گزاروں کی طرف سے سشیل کمار جھا، سبودھ کمار جھا اور آر-سی-پرشاد-

جواب دہندگان کی طرف سے سالیسیٹر جنرل آف انڈیا سی-کے-ڈیفٹوری اور ایس-پی ورما-

26اپریل1962-عدالت کا فیصلہ اس کے ذریعے دیا گیا:-

مدھولکر جسٹس: فیصلہ فوجداری اپیل نمبر 177 اور 178 بھی کو کنٹرول کرے گا۔ یہ تینوں اپیلیں ایک ہی مقدمے سے پیدا ہوتی ہیں۔ مقدمے کی سماعت کرنے والے ایڈیشنل سیشن جج، مونگھیر نے اپیل کنندہ، رام چندر چودھری، جو 1961 کی فوجداری اپیل نمبر 177 میں اپیل کنندہ ہیں، کو تعزیرات ہند کی دفعہ 302 کے تحت جرم کا مجرم قرار دیا۔ اس نے اس اپیل میں اپیل کنندہ بلیشور رائے عرف نیپالی ماسٹر اور 1961 کی فوجداری اپیل نمبر 178 میں اپیل کنندہ جوگیندر چودھری کو بھی تعزیرات ہند کی دفعہ 34 کے ساتھ پڑھنے والی دفعہ 302 کے تحت جرم کا مجرم قرار دیا۔ اس نے تینوں میں سے ہر ایک کو موت کی سزا سنائی۔ ان کی اپیلوں کو پٹنہ کی ہائی کورٹ نے خارج کر دیا، اور ان کے خلاف منظور کی گئی سزائے موت کی تصدیق کی گئی۔ وہ خصوصی اجازت کے ذریعے اس عدالت کے سامنے آئے ہیں۔

استغاثہ کی کہانی مختصر طور پر اس طرح ہے:-

17 مارچ 1959 کو شام تقریباً 8 بجے گاؤں فتحہ کے چوکیدار ہمیشہ کی طرح گاؤں کے 'کرائم سینٹر' میں جمع ہوئے تھے۔ ان کے نام ہیں- آنندی پاسوان، (متوفی)، مسری پاسوان (پی ڈبلیو 2)، بلیشور پاسوان (پی ڈبلیو 3) اور نارائن پاسوان۔ آنندی پاسوان اور مسری پاسوان چوکی پر لیٹے ہوئے تھے۔ آنندی پاسوان کے پاس 'بھالا' اور 'موریتھا' تھا جبکہ مسری پاسوان کے پاس 'فرسا' اور 'موریتھا' تھا۔ یہ ہتھیار اور متوفی کی قمیض چوکی پر رکھی گئی تھی۔ باقی دو چوکیدار زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ کرائم سینٹر تلک کے دالان میں واقع ہے۔ چودھری (پی۔ ڈبلیو۔ 6)۔ ایک اور شخص، سری لال چودھری، (پی۔ ڈبلیو 7)، تلک چودھری کا بھائی، بھی مذکورہ دالان کے شمال مشرق میں کھٹیا پر پڑا ہوا تھا۔ ایک ملحقہ کمرے میں P.W.11 ناتھونی چودھری عرف درگا داس اور P.W.12 رام چندر جھا تھے۔

استغاثہ کے مطابق رات 9 بجے سے کچھ پہلے باہر سے کسی نے "دروگا جی" پکارا۔ یہ سن کر متوفی آنندی پاسوان اور مسری پاسوان اٹھ کھڑے ہوئے۔ چاندنی کی رات تھی اور انہوں نے دیکھا کہ رام چندر چودھری، جوگیندر چودھری اور ایک اور شخص، جس کی شناخت بعد میں نیپالی ماسٹر کے طور پر ہوئی، قریب کھڑے تھے۔ جیسے ہی وہ اپیل گزاروں کی طرف گئے، جوگیندر چودھری اور نیپالی ماسٹر نے متوفی کو پکڑ لیا جبکہ رام چندر چودھری نے مسری پاسوان کو پکڑ لیا۔ رام چندر چودھری اور جوگیندر چودھری دونوں کے پاس بندوقیں تھیں جو ان کے کندھوں پر لٹک گئی تھیں۔ اس کے بعد یہ تینوں افراد متوفی اور مسری پاسوان کو شمال سے جنوب کی طرف دوڑتے ہوئے 'دالان' کے مشرق کی سڑک پر لے گئے اور جنوب کی طرف بڑھے۔ نہ تو متوفی اور نہ ہی مسری پاسوان نے کوئی چیخ اٹھائی، بظاہر اس لیے کہ انہیں دھمکی دی گئی تھی کہ اگر انہوں نے ایسا

کیا تو انہیں گولی ماردی جائے گی۔ جب جماعت ایک پیارے ساؤ کے گھر کے مغرب میں اور رامپرتاپ تانتی کے گھر (پی ڈبلیو 5) کے مشرق میں اس جگہ پر پہنچی۔ متوفی نے رامپرتاپ سے مدد مانگی، اور اپنے اغوا کاروں کے چنگل سے خود کو آزاد کرتے ہوئے مغرب کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ اس پر رام چندر چودھری نے مسری پاسوان کا ہاتھ چھوڑا اور متوفی پر گولی چلا دی۔ اس کے بعد مسری پاسوان پیارے ساؤ کے گھر میں بھاگی اور وہاں پناہ لی۔ اس گھر میں داخل ہوتے ہوئے اس نے دوسری گولی کی آواز سنی۔ گھر میں اس کی موجودگی کا پتہ ایم ایس ٹی اجو (پی۔ ڈبلیو۔ 8) نے لگایا، پیارے ساؤ کی بیوی جس نے اسے گھر چھوڑنے پر مجبور کیا۔ اس کے بعد وہ گلی میں باہر آیا اور دروازے کے پیچھے چھپ گیا۔ چاند غروب ہونے اور اندھیرا ہونے کے بعد وہ فقیر پاسوان (پی ڈبلیو 4) کے گھر گیا، جو پیارے سیو کے گھر کے مشرق میں ہے، اور اسے واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے رام چندر اور جوگیندر کا ذکر ان دو افراد کے طور پر کیا جنہوں نے اس واقعے میں حصہ لیا تھا۔ صبح سویرے وہ اس جگہ پر گیا جہاں گولیاں چلائی گئیں، اور اس نے آنندی پاسوان، چوکیدار کو سڑک کے کنارے ایک کھائی میں مردہ حالت میں پڑا پایا، جس کا منہ نیچے کی طرف تھا۔ اس نے دیکھا کہ آنندی پاسوان کی پیٹھ پر بندوق کی گولی کے دو زخم آئے ہیں۔ اس کے بعد وہ گھر گیا اور دوسرے چوکیدار نارائن پاسوان اور بالیشور پاسوان سے رابطہ کیا۔ اس نے انہیں لاش کا انچارج بنا دیا اور پھر متوفی کے بیٹے رام دیو کے ساتھ پولیس اسٹیشن چلا گیا۔ اس نے پولیس اسٹیشن میں فرسٹ انفارمیشن رپورٹ درج کرائی۔ اسے ریکارڈ کرنے کے بعد، پولیس کے جونیئر سب انسپکٹر نے تفتیش شروع کی اور اسے مکمل کرنے کے بعد 15 مارچ 1959 کو تینوں اپیل گزاروں کے خلاف چارج شیٹ جمع کرائی۔

یہ استغاثہ کا مقدمہ ہے کہ اپیل گزار "تجربہ کار مجرم" ہیں اور چوکیدار اپنی نقل و حرکت کے بارے میں رپورٹ کرتے تھے اور یہ کہ قتل کا مقصد یہی تھا۔ مزید کہا گیا کہ متوفی نے ڈکیتی کے ایک معاملے میں اپیل کنندہ رام چندر کی ہل چلانے والی موتیا مشار کو گرفتار کرنے میں دل سنگھ سرائے پولیس کی مدد کی تھی۔

تمام اپیل گزاروں نے حادثے میں حصہ لینے کی تردید کی۔ دفاع یہ ہے کہ پولیس نے ایک جھوٹا مقدمہ تشکیل دیا ہے۔

اپیل گزار کے خلاف اہم ثبوت پی ڈبلیو 2، مسری پاسوان کا ہے۔ انہوں نے اصل میں فرسٹ انفارمیشن رپورٹ میں رام چندر چودھری اور جوگیندر چودھری کا نام لیا ہے۔ تیسرے اپیل کنندہ کے بارے میں، اس نے کہا کہ وہ نامعلوم تھا۔ رام چندر اور جوگیندر کی شناخت نہ صرف مسری پاسوان نے کی ہے، بلکہ پانچ دیگر دانشوروں، نارائن پاسوان، رام پرتاپ تانتی، سری لال چودھری، ناتھونی چودھری اور رام چندر جھا

نے بھی کی ہے۔ان تمام پانچوں افراد کو اپیل کنندگان کے پاس جانے کا موقع ملا کیونکہ یاد رہے کہ ان میں سے کچھ دلان میں تھے اور کچھ ملحقہ کمرے میں تھے جب اپیل کنندگان وہاں کے قریب آئے اور ان میں سے ایک "دروگجی" چلایا۔ان کے شواہد کو نہ صرف فاضل سیشن جج نے، جسے گواہوں کو گواہی دیتے دیکھنے اور سننے کا موقع ملا تھا، بلکہ ہائی کورٹ نے بھی سچے اور کافی کے طور پر قبول کیا ہے۔خصوصی اجازت کے ذریعے ان کی اپیلوں میں ان کے شواہد کا دوبارہ جائزہ نہیں لیا جا سکتا۔

تاہم فاضل وکیل نے کہا کہ جہاں تک جوگیندر چودھری کا تعلق ہے، قتل کرنے کا مشترکہ ارادہ قائم نہیں ہوا ہے۔مشترکہ ارادے کے وجود کا اندازہ ہمیشہ حقائق سے لگایا جانا چاہیے۔یہاں یہ ثابت ہوا ہے کہ تینوں اپیل کنندگان اکٹھے ہوئے تھے۔ان میں سے دو، رام چندر اور جوگیندر کے پاس بندوقیں تھیں۔استغاثہ نے فاضل ایڈیشنل سیشن جج اور ہائی کورٹ کے اطمینان کے لیے یہ ثابت کیا ہے کہ چونکہ آنندی پاسوان اپیل گزاروں کی نقل و حرکت کے بارے میں پولیس کو معلومات دے رہی تھی اور اس نے ڈکیتی کے ایک معاملے میں موتیا مشہر کو گرفتار کرنے میں بھی اہم کردار ادا کیا تھا، رام چندر نے آنندی کے خلاف شکایت کی تھی۔لہذا، اندازہ یہ ہونا چاہیے کہ وہ آنندی پاسوان کو قتل کر کے اس سے بدلہ لینے کے ارادے سے آیا تھا اور اس کے ساتھ آنے والے دیگر دو اپیل گزاروں نے بھی یہی ارادے کا اظہار کیا تھا۔جیسا کہ ہائی کورٹ نے نشاندہی کی ہے، یہ مسری پاسوان کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ رام چندر نے واقعے کے وقت کہا تھا کہ 'اس کی (نوکر) موتیا' کو زبردستی لے جایا گیا تھا اور پھر جوگیندر نے متوفی سے طنزیہ انداز میں پوچھا، " آج آپ کی فوج کہاں ہے؟"""ان حالات میں، اس لیے، اس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ قتل کرنے کا مشترکہ ارادہ نہ صرف جوگیندر کے حوالے سے بلکہ نیپالی ماسٹر کے حوالے سے بھی قائم کیا گیا تھا جو ان کے ساتھ تھے۔

نیپالی ماسٹر کی جانب سے فاضل وکیل نے دلیل دی کہ ٹیسٹ شناختی پریڈ میں اس کی شناخت صرف ایک گواہ نے کی ہے اور دوسرے افراد شناخت کے لیے نہیں آئے تھے اور اس لیے صرف ایک شخص کے ذریعے شناخت کی بنیاد رکھنا قانونی طور پر جائز نہیں ہے۔یہ کہنا کافی ہے کہ ایک گواہ کا ثبوت بھی ملزم شخص کی سزا کو برقرار رکھ سکتا ہے اگر عدالت جس نے اسے دیکھا اور سنا وہ اسے سچائی کا گواہ مانتی ہے۔تاہم، اس معاملے میں، نیپالی ماسٹر کی شناخت صرف ایک گواہ نے نہیں بلکہ دو گواہوں (پی ڈبلیو 7) سری لال چودھری اور (پی ڈبلیو 9) دکھی مہتو نے کی تھی۔کہا جاتا تھا کہ سری لال 75 سال کا بوڑھا آدمی ہے اور اس کی بینائی کمزور ہے اور اس لیے اس کے ثبوت کو نظر انداز کیا جانا چاہیے۔اس کے شواہد پر تجربہ کار سیشن جج کے ساتھ ساتھ ہائی کورٹ نے بھی یقین کیا ہے اور ہم اس کا دوبارہ جائزہ نہیں لے سکتے۔

ہائی کورٹ کے سامنے یہ دلیل دی گئی تھی اور ہمارے سامنے یہ بھی دلیل دی گئی ہے کہ چونکہ جانچ کی شناخت اس کی گرفتاری کے کافی عرصے بعد کی گئی تھی، اس لیے ان دونوں گواہوں کے شواہد پر یقین نہیں کیا جا سکا۔ اس صورت حال پر ہائی کورٹ نے بھی غور کیا اور مشاہدہ کیا:

"تنازعہ پرکشش ہے؛ لیکن، نمائش 6 کے پیش نظر۔ اسے قبول کرنا مشکل ہے۔"

نمائش 6 سینئر سب انسپکٹر کاشی ناتھ (پی ڈبلیو 22) کو لکھا گیا ایک گمنام خط ہے، جس کا واحد حصہ جو ثبوت میں درج کیا گیا ہے اس طرح پڑھتا ہے:

"بدمعاش آنند یہ چوکیدار نے دل سنگھ سرائے کی پولیس کے ایس آئی کو اکساتے ہوئے اس غریب مشار کی زندگی خراب کر دی اور اس کے بعد اس نے ہمارے خلاف جاسوسی بھی کی۔"

یہ دستاویز نمائش 3 کے ساتھ۔، تاریخ 9 جون 1959، جو تسلیم شدہ طور پر نیپالی ماسٹر کی تحریر میں ہے، سرکاری لکھاوٹ کے ماہر کو بھیجی گئی تھی۔ انہوں نے دونوں دستاویزات کی جانچ پڑتال کی۔ اپنے ثبوت میں اس نے بیان کیا ہے۔"

میرے، چٹر جی اور سر یواستو پر مشتمل بورڈ آف ایکسپرٹس نے آزادانہ طور پر ان کا جائزہ لیا اور ہماری متفقہ رائے یہ تھی کہ نمائش 3، متنازعہ تحریروں کے ساتھ مل کر (ایکسٹینشن۔6)"۔

اس طرح ہونے کی وجہ سے، داخلہ ایکسٹ 6 میں موجود جیسے مقصد کے بارے میں شواہد ایکٹ کی دفعہ 21 کے تحت واضح طور پر قابل قبول ہے۔ لہذا، ہائی کورٹ اس ایکسٹینشن 6 کو برقرار رکھنے میں درست تھی۔ (پی ڈبلیو 7) سری لال چودھری اور (پی ڈبلیو 9) دکھی مہتو نے ثبوت کی تصدیق کی۔

اس کے بعد یہ دعوی کیا جاتا ہے کہ Ex. 6 کو فوجداری ضابطہ اخلاق کی دفعہ 162 کا نشانہ بنایا گیا ہے کیونکہ یہ تحقیقات کے دوران سب انسپکٹر کو موصول ہوا تھا۔ فوجداری ضابطہ اخلاق کی دفعہ 162 صرف تفتیش کے دوران تفتیشی افسر کو دیے گئے بیانات کے ثبوت کو روکتی ہے۔ دفعہ 162 میں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ تحقیقات کی مدت کے دوران دیے گئے ہر بیان کو ثبوت میں ثابت ہونے سے روکا گیا ہے۔ دفعہ 162 کے دائرہ کار میں آنے کے لیے بیان نہ صرف تحقیقات کی مدت کے دوران بلکہ تحقیقات کے دوران بھی دیا جانا چاہیے۔ دو چیزیں، یعنی "تحقیقات کی مدت" اور "تحقیقات کا کورس" مترادف نہیں ہیں۔ دفعہ 162 کا مقصد کسی جرم کی تفتیش کے دوران پولیس افسر کے ذریعے درج کیے گئے بیانات ہیں۔ یہ ابتدائی الفاظ دفعہ 162 سے واضح ہے۔ وہ صرف تفتیش کے دوران پولیس افسر کو دیے گئے بیانات کی بات کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس بیان کو شواہد سے خارج کرنے کی کوشش کی گئی ہے وہ تفتیشی افسر کی طرف

سے کی جانے والی انکوائری کے لیے قابل ذکر ہونا چاہیے نہ کہ انکوائری کے لیے۔ ایکسٹ 6 کی طرح ایک مواصلات اس طرح کے بیانات کے دائرے میں نہیں آئے گا۔ اس نظریے میں ہم یہ مانتے ہیں کہ زیر بحث دستاویز فوجداری ضابطہ اخلاق کی دفعہ 162 سے متاثر نہیں ہے اور ہائی کورٹ نے اسے ثبوت میں تسلیم کرنا درست تھا۔

اپیلوں میں کوئی بنیاد نہیں ہے اور اس لیے انہیں خارج کر دیا جاتا ہے۔

اپیل مسترد کر دی گئی۔

Javeed Ahmed Geelani
I attest to the accuracy and
authenticity of this document

12.06.24